جناب جاوید احمد غامدی سے ڈاکٹر ناصر زیدی کی گفتگو

اسلامی معاشرے کے لیے ایک جمہوری معاشرہ ضروری ہے

جاوید احمد غامدی

دنیا بھر میں نفاذ شریعت کے مختلف تجربات ہو رہے ہیں۔ ایران کا تجربہ ہے، سعودی عرب کا ہے، طالبان کا ہے۔ ماضی میں بھی اسلامی دنیا میں خلافتیں قائم رہی ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف نقطۂ ہائے نظر سامنے آئے ہیں۔ اس میں مختلف آراء ہیں کہ اسلامی حکومت کس طرح سے ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ میرا نقطۂ نظر تو یہ ہے کہ ہمیں ایک جمہوری معاشرہ قائم کرنا چاہئے اور ایک جمہوری حکومت قائم کرنی چاہئے۔ دنیا میں حکومتوں کی تین ہی صورتیں ہیں: ایک شخصی حکومت ہے، ایک طبقاتی حکومت ہے، ایک جمہوری حکومت ہے۔ جب شخصی حکومتیں تھیں تو وہ اپنے طور پر فیصلہ کر لیتی تھیں۔ جس میں بادشاہ کی یا ایک شخص کی رائے نافذ ہو جاتی تھی، شریعت بھی نافذ ہو جاتی تھی۔ بادشاہ کا جو مزاج ہے، جو نقطہ نظر ہے اس کے لحاظ سے معاشرے میں تبدیلی آ جاتی تھی۔ آپ عباسیوں کو دیکھئے، امویوں کو دیکھئے، مغلوں کو دیکھئے۔ جس طرح کا کوئی شخص حکمران ہو گیا اس کے لحاظ سے اس شریعت کی جو تعبیر اس کے نزدیک موزوں تھی نافذ کر دی گئی۔ اس میں بعض اوقات حدود سے تجاوز بھی ہوا۔ جیسے خلقِ قرآن کے مسئلے میں یہ معلوم ہے کہ مامون نے اور اس کے بعد کے لوگوں نے کیا روش اختیار کر لی تھی۔ اس کی بعد متوکل کا نقطۂ نظر بالکل دوسرا ہوا تو ایک دوسرا ہی نقطہ نظر غلبہ پا گیا۔ یہ بالعموم ہوتا رہا ہے ہمارے، معاشروں میں۔ اکبر کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ دینِ الٰہی کے اسباب پیدا ہو گئے اس پر مؤرخین بحث کرتے ہیں لیکن بہر حال جو اس شخص کا رجحان تھا اس کا کچھ غلبہ ہوا۔ عالمگیر کے زمانے میں آ کر ہمارا جو حنفی فقہ کا ڈھانچہ ہے، کم و بیش اس کو قبول کر لیا گیا ہے اور اس کے لحاظ سے بہت سے فیصلے ہوئے۔ شخصی حکومتوں میں یہی ہوتا ہے۔ طبقاتی حکومتوں کی ایک بہت اچھی مثال اس وقت ایران کی حکومت ہے۔ علماء کے ہاتھ میں حکومت ہے۔ ظاہر ہے علماء کا جو نقطہ نظر ہے، جو ان کی دینی تعبیر ہے، اس کو وہ نافذ کر رہے ہیں۔ جب آپ ایک جمہوری معاشرے میں نفاذ شریعت کی بات کرتے ہیں تو یہ کوئی خارجی عمل نہیں ہے جو اوپر سے ہو کر آنا ہے بلکہ عوام کے اندر سے جن لوگوں نے منتخب ہونا ہے انہوں نے قانون سازی کرنی ہے۔ میرے نزدیک اس میں کوئی آئینی ترمیم، کوئی ایک ضابطہ، کوئی ایک بیان آئین کا حصہ بنانا کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے۔ اس معاملے میں جتنی چیزیں اب تک ہوئی ہیں، قرارداد مقاصد سے لے کر، میں ان سب کو بالکل بے معنی سمجھتا ہوں۔ اس سے زیادہ صحیح بات یہ تھی کہ ہم معاشرے کی تعمیر کرتے، اس کے اندر اسلام کا ذوق پیدا کرتے۔ جس وقت قانون بنائے جا رہے

ہوتے تو اس وقت قانون سازی کے موقع پر یہ مسلمانوں کی پارلیمنٹ تھی آپ سے آپ قرآن وسنت کی اس تعبیر کا ظہور ہوجاتا جس کو اکثریت صحیح سمجھتی۔ میں اب بھی یہی رائے رکھتا ہوں کہ ہمیں، پاکستان کی حد تک، ایک صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنے کیلئے اس کو پہلے ایک جمہوری معاشرہ بنانا چاہئے۔ اس میں جمہوری کلچر ہو، اس میں چیزوں پر آزادانہ بحث وتمحیص ہو، مختلف آراء سامنے آئیں، ان کی بنیاد پر لوگ اپنی آراء قائم کریں۔ جو اجتہادی مسائل ہیں ان کے بارے میں بھی کھلا مباحثہ ہو۔ اور اس کے بعد جب پارلیمنٹ میں قانون سازی کا موقع آئے تو جو قوانین پہلے سے موجود ہیں، ان پر بھی مسلسل نظر ثانی ہوتی رہنی چاہیے، یعنی اسلامی پہلو سے نہیں بلکہ پارلیمنٹ کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ قوانین کو ان کی افادیت کے لحاظ سے دیکھتی رہے۔ ایک قانون آپ نے بنایا، معلوم ہوا اس میں کوئی خامی رہ گئی، اس سے معاشرے میں کوئی برا اثر پڑا ہے، آپ اسے تبدیل کریں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے بھی اگر پارلیمنٹ یہ محسوس کرتی ہے کہ کسی قانون میں کوئی خرابی ہے، تو اسلامی نظریاتی کونسل بھی سفارشات پیش کرتی رہتی ہے، علماء کی آراء بھی سامنے آرتی رہتی ہیں، دوسرے اہل علم بھی اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے رہتے ہیں۔ (ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے) اس میں تبدیلیاں ہوتی رہنی چاہئیں۔

یہ بتائیے کہ اسلام، بنیادی طور پر جو اسلامی حکومت کی بات کرتا ہے، اور تمام وہ حکومتیں جو جمہوری بنیادوں پر سامنے نہیں آئیں لیکن وہ اسلامی حکومتیں بھی کہلاتی ہیں اور ان کا مقصد بھی نفاذ اسلام ہے۔ ان کے جواز کے حوالے سے آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ میں تو کسی حال میں بھی (انہیں) جائز حکومت نہیں سمجھتا، زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈی فیکٹو حکومت ہے، بس ٹھیک ہے ایک بالفعل حکومت قائم ہے۔ ہم اگر بغاوت نہیں کر رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے اس حکومت کو جائز حکومت تسلیم کرلیا ہے۔ بغاوت تو حالات اور اسباب کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ لیکن اسلام میں حکومت قائم کرنے کا ایک ہی جائز طریقہ ہے اور وہ طریقہ ہے کہ لوگوں کی رائے سے حکومت وجود میں آئے، ان کی رائے کی تائید کی بنیاد پر قائم رہے۔ انکی حمایت سے محروم ہوجانے سے ختم ہوجائے۔

جیسا کہ آپ نے اشارہ کیا کہ عوام جو بھی چاہتے ہیں یا پارلیمنٹ جو بھی چاہتی ہے اس کے مطابق نظام قائم ہونا چاہیے اور اگر عوام چاہتے ہیں کہ اسلامی نظام نافذ ہو تو وہ اپنے نمائندوں کے ذریعے سے ایسا کرتے ہیں۔ یہاں یہ اہم سوال اٹھتا ہے کہ اسلامی حکومت یا نفاذ شریعت کے حوالے جو آراء موجود ہیں ان میں اتنا تضاد اور اختلاف ہے نظری طور پر تو یہ بہت اچھا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ

اتنا تضاد اور اختلاف ہے نظری طور پر تو یہ بہت اچھا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ
پارلیمنٹ اس کو کرے گی یا عوام اس کو کرینگے لیکن اگر اس کی عملی شکل پر ہم غور کریں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گویا اسلامی حکومت پھر قائم نہ ہو، کیونکہ اسلام کے بارے میں جو مختلف تعبیریں ہیں اور خود اسلامی حکومت کے بارے میں جو مختلف آراء ہیں کہ وہ کیسے قائم ہونی چاہئے اور اس کے بعد اس کو کیا کرنا چاہئے، اس میں اتنا اختلاف ہے کہ بُعد المشرقین ہے، اس کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ پھر جمہوری بنیادوں پر کم از کم اسلامی حکومت قائم نہیں ہوسکتی؟

☆ میرے نزدیک تو اس میں کوئی مشکل نہیں۔ آپ لوگوں کو بحث کرنے دیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ جیسے مباحثہ آگے بڑھے گا، اختلافات کم ہوتے چلے جائیں گے۔ لوگ بہت قریب آجائینگے۔ میں اب بھی بتا سکتا ہوں کہ بنیادی طور پر تین نقطۂ ہائے نظر ہیں جو اس وقت مسلمان علماء میں پائے جاتے ہیں۔ خواہ وہ علماء روایتی علماء ہیں، یا وہ علماء ہیں جن کو آپ اُس طرح بنیادی طور پر علماء کے زمرے میں شامل نہیں کرتے۔ یونیورسٹیوں کے پروفیسر ہیں، اساتذہ ہیں، دوسرے لوگ ہیں۔ تو ان تینوں نقطۂ ہائے نظر کو سوسائٹی کے سامنے آنے دیجئے۔ اور پارلیمنٹ میں بجائے اس کے کہ آپ مجمل نوعیت کی قرارداد پیش کریں، پارلیمنٹ میں ایک ایک ضابطے کو الگ الگ زیر بحث لائیں۔ اس وقت بھی پاکستان میں اگر آپ دیکھیں تو کم وبیش تمام شرعی قوانین نافذ ہوچکے ہوئے ہیں لیکن وہ کبھی پارلیمنٹ کے راستے سے نافذ نہیں ہوئے۔ آرڈیننس کے ذریعے سے نافذ ہوئے ہیں یا کسی مطالبے کے نتیجے میں کوئی قرارداد پاس ہوگئی یا شریعت بل پیش ہوتے رہے۔ اگر آپ پارلیمنٹ کے Process کو جاری رہنے دیں (تو صورتحال میں بتدریج واضح ہوتی چلی جائے گی) جمہوریت اصل میں کرتی یہی ہے کہ وہ آہستہ آہستہ یہ بتا دیتی ہے کہ کونسے نقطۂ ہائے نظر ہیں کہ جن کے اندر معقولیت ہے جو عوام قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جو بھی اسلام کی تعبیر ہوگی اس کو مسلمانوں نے قبول کرنا ہے۔ یعنی انفرادی طور پر بھی جب دین کے بارے میں ہم کوئی رائے اختیار کرتے ہیں تو اہل علم کی آراء میں سے کسی رائے کا انتخاب کرتے ہیں۔ اگر یہ انتخاب ایک عام آدمی اپنی ذاتی زندگی کیلئے کرتا ہے تو یہی انتخاب وہ اجتماعی زندگی کیلئے بھی کردیگا۔ اس پراسس کو چلنا چاہئے۔ اس وقت کوئی سو کے قریب سیاسی پارٹیاں ہیں۔ آپ جمہوری طریقے کو چلنے دیں اس کے بعد وہی صورت پیدا ہوجائیگی جو امریکہ اور برطانیہ میں ہے۔ دو یا تین پارٹیاں رہ جائیں گی اور انہی کے ذریعے پھر آپ ایک مستحکم نظام قائم کرلیتے ہیں۔ تعبیرات کے اختلاف میں بھی واحد راستہ جمہوری پراسس کو چلنے دینا ہے۔

اس سے کوئی انتشار نہیں ہوگا، اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کریں۔ فرض کیجیے کہ کسی معاملہ میں بحث شروع ہے اور مختلف لوگوں کے بہت سے نقطہ ہائے نظر سامنے آرہے ہیں اور اس میں سال چھ مہینے گزر گئے ہیں تو اس سے کیا قیامت آجائے گی۔ اس سے معاملات کی تنقیح ہوگی۔ نئے زاویہ ہائے نظر سامنے آئیں گے۔ اس سے پہلے کہ ہمارے ہاں جب بھی کبھی پارلیمنٹ کا پراسس کیا گیا، مثلاً شریعت بل ہمارے ہاں پیش کئے گئے، بالعموم یہ ہوتا تھا کہ جب ان کو ترتیب دیا جاتا تھا اس میں بے شمار دین کے مآخذ ومصادر بیان کردیئے جاتے تھے۔ پارلیمنٹ کے پراسس سے گزر کر صرف قرآن وسنت باقی رہ جاتا تھا۔ میں تو مذہبی جماعتوں کو بھی یہ کہتا ہوں کہ وہ ایک ایک قانون پر بل پیش کریں، بحث ہونے دیں، اپنا نقطہ نظر بیان کریں، دوسرے اہل علم کے نقطہ نظر کو پارلیمنٹ کے سامنے آنے دیں۔ میڈیا کی ایک بہت بڑی قوت آپ کے پاس اس وقت موجود ہے جس کے ذریعے سے آپ گھر گھر لوگوں کو ایجوکیٹ کرسکتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ بہت صحیح باتیں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد فوری طور پر بعض چیزوں کے نفاذ پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور جو بنیادی چیزیں ہیں مثلاً عدل وانصاف کا مسئلہ ہے، اقتصادی خوشحالی ہے، میڈیکل سہولتیں ہیں جو عوام کو دی جانی چاہئیں، اس کی طرف توجہ کم ہوجاتی ہے۔ اسلامی نظام جہاں جہاں بھی نافذ ہے، فوراً علامتی طور پر کچھ چیزیں سامنے لانے کی کوششیں جاتی ہیں اور آخر میں وہ نظام الجھ جاتا ہے چند چیزوں کے اوپر؟

☆ کسی بھی جگہ یہ جمہوری پراسس سے ہوا نہیں۔ جب یہ جمہوری پراسس سے ہوگا تو پھر خود بخود ترجیحات بھی قائم ہوجائینگی یعنی یہ معلوم ہوجائے گا کہ ہمیں پہلے مرحلے میں کن چیزوں کو موضوع بنانا چاہئے۔ وہ کیا چیزیں ہے جو سوسائٹی کی پہلے ضرورت ہیں اور کیا چیزیں ہیں جن کو مؤخر کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ ایک حکمران ہے اس کے چند حواری ہیں وہ بیٹھ کر آرڈیننس ترتیب دیتے ہیں، وہ نافذ ہوجاتا ہے۔ اس موقع پر زیادہ قانونی چیزیں زیر بحث آتی ہیں۔ اسلام کے حوالے سے جو ایک ویلفیئر سٹیٹ قائم ہونی چاہئے یعنی ایک ایسی فلاحی ریاست ہونی چاہئے کہ جس میں لوگوں کی، غریبوں کی، ناداروں کی ذمہ داری ریاست ایک طرح سے اپنے کندھوں پر اٹھائے تو میرے نزدیک آپ اس کو ڈیموکریٹک پراسس میں آنے دیجئے۔ وہاں لوگ وہ موجود ہوتے ہیں، جنہوں نے لوگوں سے ووٹ لے رکھے ہوتے ہیں، لوگوں کو جا کے منہ دکھانا ہوتا ہے۔ وہ جب اسلام کے حوالے سے بھی بات کرینگے تو ترجیحات آپ سے آپ درست ہوجائینگی۔

پارلیمنٹ کی آپ نے بات کی۔ جمہوریت کی آپ نے بات کی۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ جمہوریت کی ایک بہت ہی ناقص شکل نافذ ہے اور جو پارلیمنٹ میں افراد پہنچتے ہیں وہ بھی حقیقی معنی میں عوام کے نمائندے نہیں ہیں۔ جب یہ چیزیں یقینی حیثیت میں سب کے سامنے واضح ہیں۔ تو پھر یہ توقع کرنا کہ پارلیمنٹ کے نمائندوں کو اہمیت دی جائے تو اس سے مسئلہ کس طرح حل ہوگا؟

☆ پارلیمنٹ کے نمائندوں کو اہمیت دینے کا مطلب ہے اصل میں قوم کو اہمیت دینا۔ آپ کی قوم جیسی ہے ویسی ہی پارلیمنٹ ہوگی۔ اگر کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں اچھے لوگ منتخب ہوکر نہیں آتے، تو ان کو قوم کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور قوم کو ایجوکیٹ کرنا چاہئے۔ نفاذ کی باتیں کرنے سے پہلے لوگوں کو تعلیم دیں۔ لوگوں کی تربیت کریں۔ لوگوں کے دل ودماغ میں دین کو اتاریں۔ دین کے بارے میں ان کو واضح کریں۔ اختلافات میں ایک صحیح راہ ان کو دکھائیں۔ جب لوگوں کے اندر یہ تبدیلی آئے گی تو ان کے اخلاقی معیارات بلند ہونگے، آپ سے آپ پارلیمنٹ کا معیار بہتر ہوگا۔ جمہوری پراسس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ آپ پہلے مرحلے میں پارلیمنٹ کے پاس چلے جاتے ہیں، نہیں اس اصول کو مانیے کہ فیصلہ قوم کو کرنا ہے نہ کہ کسی خاص گروہ کو یا کسی خاص فرد کو کرنا ہے۔

جب ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مسلّمہ طور پر اسلامی اقدار کی بے حرمتی کی جارہی ہے یا اس کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ اور پھر روایات بھی موجود ہیں کہ من رأی سلطانا جائرا جس نے سلطان جائر کو دیکھا اور اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔ تو اس طرح کی روایات بھی موجود ہیں پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنیاد پر بھی تحریک چلائی جاسکتی ہے۔ تو پھر ایسے موقع پر جب کسی یہ رائے ہو کہ پارلیمنٹ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کررہی ہے اسلام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کررہی ہے تو تحریک چلانی چاہئے یا نہیں چلانی چاہئے؟

☆ عوام کے پاس جائیں۔ بات یہ ہے کہ اگر انتخابات ہورہے ہیں، تو یہ جتنی باتیں آپ نے فرمائی ہیں یہ عوام کے پاس جا کہ کہیں۔ انہیں بتائیں ان چیزوں کی خلاف ورزی ہورہی ہے۔ لوگ اگر ان پر اعتماد کرینگے تو وہ پارلیمنٹ

> **اگر کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں اچھے لوگ منتخب ہوکر نہیں آتے، تو ان کو قوم کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور قوم کو ایجوکیٹ کرنا چاہئے۔**

میں اکثریت حاصل کرلیں گے۔ اور اگر لوگوں نے ان پر اعتماد نہیں کیا تو پھر ان کو تعلیم اور تربیت کے ذریعے سے لوگوں کے ذہن تبدیل کرنے چاہئیں۔ ان کو تحکم کا حق نہیں ہے۔ اصل میں جب میں یہ کہتا ہوں کہ جمہوری پراسس اختیار کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تشدد کا راستہ ترک کردیا جائے، فتویٰ بازی کا راستہ ترک کردیا جائے۔ لوگوں پر چیزوں کو ٹھونسنے کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔

ایک مکالمے کے پراسس سے چیزیں گزریں۔ اور جس کسی نے بھی کسی چیز کا نفاذ کرنا ہے وہ یہ سمجھے کہ میرے پاس عوام کا مینڈیٹ ہوگا تو تب میں اس کے نفاذ کا حق رکھتا ہوں۔

تو پھر عوام کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کیونکہ یہاں پر دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو ہم یہ کہتے ہیں کہ واقعتاً خدا کے نزدیک حاکم کس کو بننا چاہئے۔ ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ ایسا ہونا چاہیے کہ جو عالم بھی ہو عادل بھی ہو جو باتقویٰ بھی ہو جو بصیرت بھی رکھتا ہو سیاسی لحاظ سے بھی اس میں آگاہی ہو لیکن آیا وہ حکومت زبردستی کرے جب تک عوام اس کو راستہ نہیں دیتے وہ اقتدار میں نہیں آسکتا۔ تو اگر عوام اپنے فرض کو نہیں نبھاتے اور وہ ایسے افراد کو نہیں بھیجتے تو کیا واقعتاً آپ سمجھتے ہیں کہ وہ کس حد تک قصوروار ہیں؟

☆ عوام یقیناً قصوروار ہیں۔ اس لئے کہ ان کی صحیح تربیت نہیں ہوئی۔ وہ بعض اوقات بہت غلط لوگوں کو اپنے اوپر مسلط کرلیتے ہیں۔ لیکن ان کو موقع بھی کتنا ملا ہے۔ اس وقت اگر اسلامی ممالک پر آپ نگاہ ڈالیں تو ان کی ایک بہت بڑی اکثریت میں تو ویسے ہی جمہوریت نہیں ہے۔ پاکستان میں کسی حد تک یہ پراسس چلا ہے لیکن بار بار اس میں مداخلت کی گئی۔ تو عوام کو ایجوکیٹ ہونے کا موقع ہی نہیں ملا۔ آپ عوام کو اس کا موقع دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ بتدریج بہتر فیصلے کرنے لگ جائیں گے۔ اس وقت وہ غلط فیصلے اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ نے ان کے لیے راستہ بند کر رکھا ہے اور وہ یہ دیکھ ہی نہیں سکے کہ جن لوگوں کو منتخب کرنا ہے ان کے اعمال کیا ہیں اور ان کے کرتوت کیا ہیں۔ جیسے ہی وہ سامنے آئینگے، ایک پراسس کے اندر سے لوگ گزریں گے آپ دیکھیں گے لوگوں کے فیصلوں میں بہتری آنی شروع ہوجائیگی۔ جس طرح یہ بہتری لوگوں کے اخلاق و کردار کے لحاظ سے آئیگی یعنی وہ راشی، غبن کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، بددیانتی کرنے والے، قومی خزانہ لوٹنے والے لوگوں کو منتخب نہیں کرینگے بالکل اسی طرح اسلام کے بارے میں جتنا عوام کا فہم بڑھے گا، آپ کو وہ ریفلیکٹ ہوتا نظر آئیگا ان لوگوں کے اندر۔

ہمارے ہاں عام طور سے یہ مشہور ہے کہ اسلام میں ملوکیت کا نظام نہیں ہے، اسلام میں فلاں نظام نہیں ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حکومتیں زبردستی آجاتی ہیں لیکن وہ اتنی اچھی عادلانہ ثابت ہوتی ہیں، عوام کی اُن کو خود بخود تائید بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ مثلاً بعض ملکوں میں اب بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں بادشاہت ہے لیکن لوگ بڑے خوشحال ہیں تو ایسے موقع پر پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کسی بھی حکومت کو یہ نہیں کہتا کہ کونسی صحیح ہے کونسی نہیں بلکہ جس کو اس مملکت میں عوام کی تائید حاصل ہوجائے اسے ہی حکومت کرنے کا شرعی جواز حاصل ہوجاتا ہے؟

☆ تائید کے ذرائع موجود ہونے چاہئیں۔ کوئی آدمی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ مجھے تائید حاصل ہے، سوال یہ ہے کہ اگر اس کو تائید حاصل ہے تو انتخابی مرحلے سے کیوں گزرنے کیلئے تیار نہیں۔ لوگوں کو آزادانہ فیصلہ کرنے دیں۔ عوام جب آزادانہ فیصلے کے پراسس سے بار بار گزریں گے تو آپ یہ دیکھیں گے کہ بہت سے وہ لوگ جن کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑی تائید ان کو حاصل ہے، ایسا نہیں ہوگا۔ حکومت کا نظم جب قائم ہوجاتا ہے تو بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ لوگوں کو بڑی تائید حاصل ہے۔ پھر یہ کہ آگے ایک لیڈرشپ نہیں آنی چاہئے؟ دنیا نے تجربات سے یہ سیکھا ہے کہ لیڈرشپ کو تبدیل ہوتے رہنا چاہئے۔ تبدیلی لیڈرشپ کے اندر جب آتی ہے تو بہتر لوگ سامنے آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ متوسط طبقے کے لوگوں میں اقتدار آتا ہے۔ شہری زندگی میں جیسے جیسے ترقی ہوتی ہے اس کے لحاظ سے جاگیردارانہ نظام کے نتیجے میں پیدا ہونے والی قیادت پیچھے جاتی ہے۔ دنیا بھر کا تجربہ یہی بتاتا ہے۔ انصاف کیا ہے؟ عدالت کیا ہے؟ شریعت کیا ہے؟ اس کے معاملے میں ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر میرے نقطہ نظر کے مطابق کچھ چیزیں مجھے حاصل ہو رہی ہیں تو میں مطمئن ہونگا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جنرل ضیاء الحق صاحب کی آمریت میں مذہبی طبقہ بہت خوش تھا اور پرویز مشرف صاحب کی آمریت میں ہمارا جو سیکولر طبقہ ہے وہ بہت خوش تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جمہوری اقدار کے ساتھ اصل میں دلچسپی نہیں ہے۔ جمہوری اقدار کو آپ فروغ دیں، اس کے لحاظ سے ہماری حکومتیں بنیں اور اس میں پھر جو لوگ سامنے آئینگے۔ دو چار انتخابات کے بعد آپ دیکھیں گے مسلمان ملکوں کے اندر شریعت کے نفاذ کا کوئی مطالبہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ وہ آپ سے آپ ظہور پذیر ہونا شروع ہوجائیگا۔

تو اس کا یہ مطلب ہوا حکومت وقت کے خلاف اسلامی تحریک کے پاس صرف ایک یہی راستہ ہے کہ عوام میں شعور پیدا کیا جائے، براہ راست تصادم کی صورت پیدا نہیں کرسکتے جیسے کہ عام طور سے بعض اسلامی تحریکیں ٹکرا جانے کی پالیسی پر گامزن ہیں؟

☆ ہر حال میں عوام کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کی تعلیم، مسلمانوں کی تربیت۔ ان میں جہالت ہے تو جہالت کا ظہور حکومت میں ہوگا۔ ان میں اگر غربت ہے تو اس کے نتیجے میں بہت سی چیزیں گوارا کرنے کیلئے وہ مجبور ہوجاتے ہیں۔ آپ ان کی حالت کو بہتر بنائیں، ان کو سدھاریں۔ بہترین

راستہ یہ ہے کہ ڈیموکریٹک پراسس کو ہم اپنے ایمان اور عقیدے کا حصہ بنائیں اور کوشش کریں کہ ہر حال میں لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہ ایک مشکل راستہ ضرور ہے لیکن بہت پائیدار راستہ ہے۔ اس کے نتائج بھی بہت غیر معمولی ہیں۔ یہ جو تحریکیں چلتی ہیں ان کے نتیجے میں ایک آمریت کی جگہ دوسری آمریت آئیگی۔ اور پھر آپ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سوسائٹی کے اندر آئندہ کسی

بہترین راستہ یہ ہے کہ ڈیموکریٹک پراسس کو ہم اپنے ایمان اور عقیدے کا حصہ بنائیں اور کوشش کریں کہ ہر حال میں لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

انقلاب کیلئے کتنی رکاوٹیں کھڑی ہو جائینگی۔ میرا تجزیہ تو یہ ہے کہ اس طرح کی انقلابی حکومتیں جب آجاتی ہیں تو صدیوں تک لوگوں کیلئے پھر اصلاح کے مواقع ختم ہو جاتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ نہ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ یہ فیصلہ کریں سٹیٹ سیکولر ہونی چاہئے نہ یہ حق حاصل ہے آپ کو کہ آپ باہر سے یہ فیصلہ کریں کہ اس کو ایک اسلامی ریاست ہونا چاہئے۔ یہ ڈیموکریٹک سٹیٹ ہے ،اس کو کام کرنے دیجئے۔ مسلمان عوام کو اکثریت حاصل ہے تو ان کی پارلیمنٹ میں اسلام کا ظہور لازماً ہو جائے گا۔

عالم اسلام کی پوری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی اسلام کے نام پر حکومت قائم ہوئی ہے تو وہ اسلام خود ایک نیا سیاسی رنگ اختیار کر گیا۔ سیاست کے عجیب وغریب تقاضے ایسے ہوتے ہیں کہ آپ کتنا ہی بچنا چاہیں وہ اسلام کو اپنی طرف موڑ لیتے ہیں، بجائے اس کے کہ ہم سیاست اسلامی کی بات کریں۔ اسلام سیاسی ہو جاتا ہے۔ اس سے ایک یہ بھی فکر سامنے آتی ہے کہ اصل میں اسلامی حکومت بذاتہ مطلوب نہیں ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ لوگوں کی تربیت کی جائے۔ جیسا کہ علمائے اخلاق اور واعظین کی ہمیشہ ذمہ داری رہی ہے کہ معاشرے میں وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کی تربیت پر توجہ دیتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی حکومت کا مسئلہ آتا ہے تو یہ جو فساد ہے یہ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے اور اسلام کو نقصان پہنچتا ہے؟

☆ میں یہی کہوں گا کہ اس طرح کا کوئی طریقہ اختیار ہی نہیں کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں کی تربیت کریں۔ انکی تعلیم کی طرف توجہ دیں۔ ان کی دینی تعلیم کی طرف توجہ دیں۔ میں تو بار بار یہ کہتا ہوں کہ یہ اسلامی ریاست، نفاذ شریعت، اس طرح کی تعبیرات کی بجائے آپ لوگوں کے اندر اسلام کا صحیح ذوق، صحیح علم پیدا کریں تو اس کے نتیجے میں اسلام کا ظہور ہوگا۔ اور وہ ظہور بڑا فطری ہوگا۔ سوسائٹی کی ضروریات کے لحاظ سے ہوگا۔ اس میں اس طرح کی صورتیں پیدا نہیں ہونگی جن کا آپ بار بار ذکر کرتے ہیں۔ یہ پیدا ہی اس لئے ہوتی ہیں کہ ہم اصل میں انقلابی طریقے اختیار کرتے ہیں اور یا پھر کسی سازش کے ذریعے حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔